درس ۱۴

مسلمانوں کی سیاسی و ملّی زندگی
کے رہنما اصول
سورۃ الحجرات کی روشنی میں

(۲)

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم - بسم اللّٰہ الرحمٰن الرَّحیم

﴿ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ○ ﴾ صَدَقَ اللّٰہُ العَظِیم

"اے ایمان والو! مت آگے بڑھو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یقیناً اللہ سب کچھ سننے والا' سب کچھ جاننے والا ہے۔"

مطالعہ قرآن حکیم کے جس منتخب نصاب کا سلسلہ وار درس ان مجالس میں ہو رہا ہے' اس کا درس نمبرچودہ سورۃ الحجرات مشتمل ہے۔ ترتیب مصحف کے اعتبار سے یہ سورۂ مبارکہ' جو اٹھارہ آیات اور دو رکوعوں پر مشتمل ہے' ۲۶ ویں پارے میں سورۃ الفتح کے فوراً بعد وارد ہوئی ہے۔ اگر اس کے مضامین پر غور کیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ سورۃ الفتح کی آخری دو آیات میں جو مضامین آئے ہیں' یہ پوری سورۂ مبارکہ ان کی مزید تشریح اور توضیح پر مشتمل ہے۔

ہمارے منتخب نصاب میں ربط مضمون کے اعتبار سے اس کا جو مقام ہے' اسے بھی ذہن میں تازہ کر لینا' اِن شاء اللہ' مفید ہو گا۔ اس منتخب نصاب کا تیسرا حصہ اعمالِ صالحہ کے مباحث پر مشتمل ہے۔ اعمالِ انسانی کے ضمن میں پہلے دو دروس میں انفرادی سیرت و کردار سے متعلق قرآن مجید کی رہنمائی ہمارے سامنے آئی تھی۔ اس کے بعد ایک درس

میں انفرادیت سے اجتماعیت کی طرف جو پہلا قدم ہے' یعنی گھریلو زندگی' خاندان کا ادارہ' عائلی نظام' اس سے متعلق ہم نے پوری سورۃ التحریم پڑھی تھی۔ اجتماعی زندگی میں اس سے بلند تر سطح پر ہماری معاشرتی یا سماجی زندگی کا دائرہ ہے۔ اس کے متعلق ہم نے گزشتہ درس میں سورۂ بنی اسرائیل کے تیسرے اور چوتھے رکوع کا مطالعہ کیا تھا۔ اب جو اجتماعیت کی بلند ترین سطح ہے' یعنی قومی و ملی اور سیاسی و ریاستی زندگی' اس سے متعلق نہایت اہم مضامین اس سورۂ مبارکہ میں وارد ہو رہے ہیں۔

قرآن حکیم کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ قرآن حکیم اس طرح کی کتاب نہیں ہے جیسی عام طور پر انسانی تصانیف ہوتی ہیں۔ انسانی تصنیف میں ابواب ہوتے ہیں۔ پھر ہر باب کا ایک عنوان ہوتا ہے جو اس باب کے مضامین کی نشاندہی کرتا ہے۔ پھر وہ باب ذیلی عنوانات یا فصول میں منقسم ہوتا ہے اور ہر فصل میں بحث کا ایک حصہ مکمل ہو جاتا ہے' جبکہ قرآن مجید درحقیقت اس نوع کی کتاب نہیں ہے' بلکہ اسے ہم خطباتِ الٰہیہ کے مجموعے سے تعبیر کر سکتے ہیں اور یہ تعبیر غلط نہیں ہوگی۔ نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے دوران مختلف مواقع اور مراحل پر یہ خطباتِ الٰہیہ نازل ہوتے رہے اور حضور ﷺ کی انقلابی دعوتِ توحید کو جن حالات' موانعات' اعتراضات اور مخالفتوں سے سابقہ پیش آتا تھا' ان کی مناسبت سے حضور ﷺ کو ہدایات دی جاتی رہی ہیں اور متعلقہ بحثیں نازل ہوتی رہیں۔ ان ہی کے ضمن میں وہ دائمی و ابدی رہنما اصول بھی دے دیئے گئے جن پر اللہ تعالیٰ اس دنیا میں انسان کی اجتماعی زندگی استوار دیکھنا چاہتا ہے' لیکن ان کے لئے قرآن حکیم میں غور و فکر اور تدبر لازم ہے۔ ان کو معلوم اور اخذ کرنے کے لئے آیات کے بین السطور جھانکنا پڑتا ہے اور سورتوں کے مضامین کا تجزیہ کر کے یہ چیز معین کرنی پڑتی ہے کہ یہاں کون سے دائمی اور ابدی رہنما اصول ہمیں مل رہے ہیں۔

اس پہلو سے اگر غور کریں تو اگرچہ سورۃ الحجرات کے شانِ نزول کے ضمن میں بھی ہمیں روایات ملتی ہیں' لیکن تفسیر قرآن کا ایک مستقل اصول ہے کہ "الاعتبارُ لعموم اللفظ لا لخصوص السبب" یعنی قرآن مجید کے فہم کے ضمن میں اصل اعتبار الفاظ کے عموم کا ہوگا' نہ کہ اس کے سبب کا جو کسی خاص واقعہ کے اعتبار سے شانِ نزول بنا ہے۔ اگر اس عموم کو پیش نظر رکھیں گے تو واقعہ یہ ہے کہ عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے کہ

ریاست کی سطح پر اس سورۂ مبارکہ میں کتنی اعلیٰ ترین اور جامع ترین رہنمائی دے دی گئی ہے۔ حالانکہ تصورِ ریاست (Concept of State) انسانی تاریخ کے اعتبار سے ایک جدید تصور ہے' لیکن قرآن مجید نے ریاست کی سطح پر ان دائمی وبنیادی اصولوں کی رہنمائی نوعِ انسانی کو عطا فرمادی تھی کہ جنہیں اسلامی ریاست میں رُوبعمل لایا جائے گا۔ ان سب کے لئے بنیادی واساسی رہنمائی ہمیں اس سورۂ مبارکہ میں مل جاتی ہے۔

اس سورت کو ہم بغرضِ تفہیم تین حصوں میں تقسیم کرسکتے ہیں۔ البتہ یہ بات جان لیجئے کہ یہ تقسیم قطعی تعیین کے ساتھ نہیں ہوگی بلکہ مضامین کی overlapping ہوگی۔ لیکن بحیثیت مجموعی یہ بات سامنے آئے گی کہ اس کے تین حصے ہیں جو تقریباً چھ چھ آیات پر مشتمل ہیں۔ پہلے حصہ میں اسلامی ہیئت اجتماعیہ کے جو بنیادی اصول ہیں اور جن ستونوں پر یہ عمارت کھڑی ہے' ان کو معین کیا گیا ہے۔ دوسرے حصہ میں مسلمانوں کی قومی و ملی زندگی کو انتشار سے بچانے اور اُمت کی شیرازہ بندی کو قائم و برقرار رکھنے کے ضمن میں آٹھ احکام دیئے گئے ہیں' جن میں ہم دیکھیں گے کہ دو بہت اہم اور بنیادی احکام ہیں اور چھ ان دونوں کے مقابلہ میں نسبتاً چھوٹے احکام ہیں۔ آخری حصہ میں پھر ایک تو یہ مسئلہ سامنے آتا ہے کہ مسلمانوں کی ہیئت اجتماعیہ کا پوری نوعِ انسانی کے ساتھ ربط و تعلق کیا ہے اور ان تعلقات کی بنیادیں کیا ہیں؟ پھر سب سے اہم مسئلہ یہ زیر بحث آتا ہے کہ مسلمانوں کی معاشرتی زندگی میں کسی شخص کو شامل کرنے کے لئے معیار کیا ہے؟ یا زیادہ واضح الفاظ میں یوں سمجھئے کہ اسلامی ریاست میں شہریت کی بنیاد اور اساس کیا ہے؟ پھر اس کے ضمن میں ایک اہم مضمون آئے گا جس پر یہ سورۂ مبارکہ ختم ہوگی کہ اسلام اور ایمان میں کیا فرق ہے؟ میں نے بطور تمہید ایک اجمالی اور مختصر سا جائزہ آپ حضرات کے سامنے رکھ دیا ہے کہ یہ ہیں وہ اہم مضامین جو اس سورۂ مبارکہ کے مطالعہ کے نتیجہ میں ہمارے سامنے آتے ہیں۔

اسلامی ریاست کے دستورِ اساسی کا اصل الاصول

اس تمہید کے بعد اب آیئے کہ ہم اس سورۂ مبارکہ کی پہلی آیت پر اپنی توجہات کو مرتکز کریں۔ فرمایا : ﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ ﴾ "اے ایمان والو! اللہ اور اسکے رسول (ﷺ)

سے آگے مت بڑھو اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو' اور جان رکھو کہ اللہ (ہر چیز کا) سننے والا' جاننے والا ہے" ـــــ اس کے معنی کیا ہیں! یہ کہ جیسے ایک مسلمان فرد' اپنی انفرادی حیثیت میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کا پابند ہوتا ہے' اور اس کے لئے مادر پدر آزادی کا کہیں وجود نہیں ہے' ویسے ہی ایک مسلمان معاشرہ اور ایک اسلامی ریاست بھی مادر پدر آزاد نہیں ہے بلکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی پابند ہے۔ اسلام میں آزادی کا تصور یہ ہے کہ اللہ کی بندگی کے لئے ہر نوع کی دوسری غلامی سے نجات حاصل کرلی جائے۔ علامہ اقبال نے اسے یوں ادا کیا ہے۔ ؎

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اسی بات کو نبی اکرم ﷺ نے اس طور سے تعبیر فرمایا ((مَثَلُ الْمُؤْمِنِ وَمَثَلُ الْاِیْمَانِ کَمَثَلِ الْفَرَسِ فِی اٰخِیَّتِہٖ)) (مسند احمد) "مؤمن اور ایمان کی مثال اس گھوڑے کی سی ہے جو ایک کھونٹے سے بندھا ہوا ہے" ـــــ بڑی پیاری تمثیل ہے۔ ایک گھوڑا تو وہ ہے جس پر کوئی پابندی نہیں ہے' کوئی بندش نہیں ہے' وہ جدھر چاہے منہ مارے' جدھر چاہے زقند لگائے' آزادی کے ساتھ جس طرف چاہے اور جہاں تک چاہے خوب دوڑ لگائے۔ اس کے برعکس ایک گھوڑا وہ ہے جو ایک کھونٹے سے بندھا ہوا ہے۔ اب آپ فرض کیجئے کہ دس گز کی ایک رسی ہے جس سے وہ گھوڑا اپنے کھونٹے سے بندھا ہوا ہے۔ لہٰذا دس گز نصف قطر کے دائرہ کے اندر وہ گھوم پھر سکتا ہے۔ اس گھوڑے کو اتنی آزادی ہے کہ وہ اس دائرے کے اندر جس طرف چاہے پانچ سات گز کے فاصلہ پر جاکر بیٹھ جائے' مزید آگے جانا چاہے تو چند قدم اور اٹھالے' لیکن دس گز سے آگے ہرگز نہیں جاسکتا' اس لئے کہ وہ بندھا ہوا ہے ـــــ بقول اقبال ؎

صنوبر باغ میں آزاد بھی ہے پابگل بھی ہے
انہی پابندیوں میں حاصل آزادی کو تو کر لے

تو یہ نہایت بلیغ تمثیل اور تشبیہ ہے جو نبی اکرم ﷺ نے دی کہ ایک بندۂ مؤمن کی زندگی ایک پابند زندگی ہے۔ وہ اللہ اور رسول ﷺ کے احکام اور اوامر ونواہی کا پابند ہے۔ اب ظاہر بات ہے کہ جب مسلمان فرد اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کا پابند ہے

تو مسلمانوں کی ہیئتِ اجتماعیہ ان سے کیسے آزاد ہو جائے گی؟ مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کی ہر سطح پر ان احکام کی پابندی ضروری ہے۔ میں عرض کر چکا ہوں کہ عائلی زندگی اجتماعیت کی پہلی سطح ہے' معاشرتی زندگی اس سے بلند تر سطح ہے اور سیاسی زندگی یعنی ریاستی سطح پر ہمارے معاملات' یہ اجتماعیت کا بلند ترین تصور ہے۔ پس ہماری زندگی کی ہر سطح اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی پابند ہے۔ اگر مسلمانوں کی ہیئت اجتماعیہ موجود ہے اور ان کی ایک آزاد خود مختار ریاست قائم ہے تو اس کے معاملات میں' اس کے دستور و آئین میں اور اس کے قوانین میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام سے تجاوز نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ہے حقیقی مفہوم اس سورۂ مبارکہ کی پہلی آیت کے اس حصہ کا: ﴿ یٰاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُقَدِّمُوۡا بَیۡنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ ﴾ "اے اہل ایمان! مت آگے بڑھو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے"۔ یہاں جو لفظ "تُقَدِّمُوۡا" آیا ہے اس کا لفظی ترجمہ ہو گا "مت آگے بڑھاؤ"۔ اس سے آگے لفظ "اَنۡفُسَکُمۡ" کہ "اپنے آپ کو آگے نہ بڑھاؤ" یا لفظ "رَایَکُم" کہ "اپنی رائے کو آگے مت بڑھاؤ" محذوف ماننا پڑے گا۔ ﴿ بَیۡنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ ﴾ "اللہ اور اس کے رسول سے" —— آیت کا یہ حصہ دونوں محذوف الفاظ کے ساتھ جڑا رہے گا۔ مفہوم یہ ہو گا کہ یہ ایک دائرہ ہے۔ تمہاری زندگی خواہ انفرادی معاملات سے متعلق ہو' خواہ اجتماعی زندگی کے مسائل سے تعلق رکھتی ہو' اس دائرے کے اندر اندر محدود رہنی چاہئے۔

اگر غور کیا جائے تو یہ اسلامی ریاست کی سطح پر اس کی حیاتِ اجتماعی اور دستورِ اساسی کا اصل الاصول ہے' یا یوں کہئے کہ اس کی پہلی دفعہ اس آیت سے معین ہوتی ہے۔ اس لئے کہ ریاست کے ضمن میں سب سے پہلی بحث یہ آئے گی کہ حاکمیت (Sovereignty) کس کی ہے؟ اور اسلامی ریاست میں حاکمیت مطلقہ صرف اللہ کی ہے —— بقول علامہ اقبال مرحوم ؎

سروری زیبا فقط اُس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اِک وہی باقی بتانِ آزری

لہٰذا مسلم معاشرتی نظریہ (Muslim Social Thought) یا مسلم سیاسی خیال (Muslim Political Thought) میں اساسی و بنیادی اور اہم ترین بات یہ ہے کہ

حاکمیت مطلقہ صرف اللہ کے لئے ہے۔ قرآن مجید میں اس بات کو متعدد مقامات پر مختلف اسالیب سے بیان کیا گیا ہے۔ سب سے زیادہ معروف الفاظ سورۂ یوسف کے ہیں : ﴿اِنِ الۡحُکۡمُ اِلَّا لِلّٰہِ﴾ یعنی "حکم دینے کا اختیارِ مطلق اللہ کے سوا اور کسی کو نہیں ہے"۔ اسی بات کو سورۃ الکہف میں منفی انداز میں یوں فرمایا : ﴿وَلَا یُشۡرِکُ فِیۡ حُکۡمِہٖۤ اَحَدًا﴾ "اور وہ اپنے حکم (کے اختیار) میں کسی کو شریک کرنے کے لئے تیار نہیں ہے" ——— البتہ یہ ضرور ہے کہ اللہ کی حاکمیت کے اصول کا انسانی معاشرہ میں عملی طور پر جو نفاذ ہو گا وہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے واسطہ سے ہو گا۔ اس لئے کہ اللہ تو غیب کے پردوں میں ہے' اس کا حکم سب لوگوں کو براہ راست نہیں پہنچتا بلکہ اس نے اپنے احکام لوگوں تک پہنچانے کے لئے اپنی حکمت بالغہ سے نبوت و رسالت کا سلسلہ جاری فرمایا جس کی آخری کڑی ہیں خاتم النبیین سید المرسلین جناب محمد رسول اللہ ﷺ ——— لہٰذا حاکمیت الٰہیہ کی جو عملی تشکیل ہو گی وہ سورۃ النساء کی اس آیت کے حوالے سے ہو گی کہ ﴿ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ ﴾ "اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول (ﷺ) کی اور تم میں سے جو صاحب امر ہیں ان کی"۔ اس آیۂ مبارکہ میں "اَطِیۡعُوۡا" جو صیغہ امر ہے' دو مرتبہ آیا ہے' اللہ کے ساتھ بھی اور رسول ﷺ کے ساتھ بھی۔ ﴿ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ ﴾ "اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول (ﷺ) کی" ——— لیکن آگے جب اس اطاعت کی زنجیر کی تیسری کڑی آئی تو فعل امر "اَطِیۡعُوۡا" کو لوٹایا نہیں گیا بلکہ فرمایا گیا : ﴿ وَاُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ ﴾ "اور ان کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں" ——— اس اسلوب سے معلوم ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت بالذات اور مطلق ہے' جبکہ "اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ" کی اطاعت مشروط ہو گی کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے دائرہ کے اندر اندر حکم دے سکتے ہیں' اس کے باہر نہیں۔ اس کے لئے نبی اکرم ﷺ نے دائمی طور پر یہ اصل الاصول معین فرما دیا ہے کہ ((لَا طَاعَۃَ لِمَخۡلُوۡقٍ فِیۡ مَعۡصِیَۃِ الۡخَالِقِ)) یعنی کسی ایسے معاملہ میں مخلوق میں سے کسی کے حکم کی اطاعت نہیں کی جائے گی جس سے خالق کی معصیت یعنی اللہ کی نافرمانی لازم آ رہی ہو۔

پس قرآن مجید میں مختلف مقامات پر مختلف اسالیب سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ

کی اطاعت کے جو احکام دیئے گئے ہیں' ان سب کو جمع کیا جائے تو اس کا جو حاصل نکلتا ہے اسے بڑی جامعیت اور بڑی خوبصورتی کے ساتھ سورۃ الحجرات کی پہلی آیت میں بایں الفاظِ مبارکہ بیان فرمادیا گیا ہے : ﴿ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ﴾ "اے اہل ایمان! مت آگے بڑھو اللہ سے اور اس کے رسول (ﷺ) سے۔"

یہاں یہ بھی عرض کردوں کہ یہ بڑے دستوری' آئینی اور قانونی الفاظ ہیں اس اصول الاصول کی تعیین کے لئے کہ انفرادی و اجتماعی زندگی کے تمام امور و مسائل اور معاملات اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے دائرے کے اندر اندر رہیں گے' اس سے تجاوز جائز نہیں ہوگا۔ البتہ اس دائرے کے اندر رہتے ہوئے حسب حالات اور حسب موقع اپنی مرضی استعمال کرنے کا حق حاصل ہے۔ میں یہ بات اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ اہل لغت و نحو تمام کے تمام اس اصول کو تسلیم کرتے ہیں کہ "امر" کے مقابلہ میں "نہی" میں زیادہ زور (emphasis) ہوتا ہے۔ یعنی ایک یہ کہ حکم دیا جائے کہ "اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو" اور دوسرے یہ کہ بات یوں کہی جائے کہ "اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے آگے مت بڑھو" تو یہ جو دوسرا انداز ہے اس میں تاکید کا رنگ زیادہ غالب ہے۔

پھر یہ کہ اگر غور کریں تو نظر آئے گا کہ خالص دستوری اعتبار سے یہ الفاظ نہایت جامع (comprehensive) ہیں۔ یہ الفاظ اس طریقہ سے اس بات کا احاطہ کرلیتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے جو واضح احکام ہیں ان سے تجاوز نہیں کیا جاسکے گا' ان کے اندر اندر آزادی حاصل ہے' جیسے گھوڑے کی مثال کے ضمن میں عرض کیا گیا تھا کہ کھونٹے سے بندھے ہوئے گھوڑے کو بس اتنی آزادی ہے کہ وہ اپنی رسی کی مقدار کے مطابق ایک معین دائرے کے اندر اندر گھوم پھر سکتا ہے اور جس سمت چاہے اور رسی کی حدود میں رہتے ہوئے جتنے فاصلے پر چاہے جا کر بیٹھ سکتا ہے۔ لہٰذا سورۃ الحجرات کے ان الفاظ کے ذریعے سے ایک دائرہ کھینچ دیا گیا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی حیثیت "حدود اللہ" کی ہے۔ ان سے تجاوز نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ اس دائرے کے اندر اندر تمہیں اختیار حاصل ہے کہ اپنے ریاستی' مملکتی اور انتظامی امور اپنی

صوابدید سے طے کرسکتے ہو' اپنے قوانین بناسکتے ہو۔

اسلامی ریاست میں شوریٰ کی اہمیت

لیکن اس کے لئے ایک اصل الاصول سورۃ الشوریٰ میں بیان کر دیا گیا ہے جسے اختیارات کے دائرے میں بہرحال ملحوظ رکھنا ہو گا۔ وہ اصل الاصول یہ ہے کہ ﴿ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ﴾ "اور (اہل ایمان) اپنے معاملات باہمی مشورے سے چلاتے ہیں۔" (آیت ۳۸) یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے دائرے کے اندر بھی کسی فرد واحد' کسی خاندان' کسی طبقہ یا کسی گروہ کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ وہ قوت نافذہ پر قابض ہو کر اس طرح بیٹھ جائے کہ گویا وہ اصل حکمران ہیں اور بقیہ لوگ صرف ان کی رعیت ہیں کہ جس طرح چاہیں ان پر اپنی مرضی ٹھونس دیں۔ اسلام اس نوع کے Authoritarianism اور Totalitarianism کی یعنی کسی فرد' طبقے' گروہ یا خاندان میں اختیارات کے ارتکاز کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ اسلامی ریاست کے معاملات کو چلانے کے لئے شورائیت کا نظام ازروئے قرآن مجید لازم ہے۔ سورۃ الشوریٰ کی اس آیت میں یہ اصل الاصول اور اسلامی نظامِ حیات کی یہ خصوصیت بیان کی گئی ہے کہ اس میں وہ تمام اجتماعی امور جن کے متعلق قرآن و سُنّت میں کوئی صریح حکم یا ہدایت نہ ہو' مشورے سے انجام پاتے ہیں۔

البتہ یہاں شوریٰ کی کوئی خاص شکل متعین نہیں کی گئی ہے اور اس کے بارے میں ہمیں قرآن میں کسی دوسرے مقام پر بھی کوئی تفصیلی نقشہ نہیں ملتا کہ نظامِ حکومت کیا ہو!۔ صدارتی ہو یا پارلیمانی ہو! وحدانی ہو کہ وفاقی ہو! اور اگر عام انتخاب ہوں تو اس کے لئے ووٹ کا حق کسے ہے' کسے نہیں ہے؟ یہ تمام معاملات انتظامی امور ہیں۔ تمدن کے ارتقاء کے اعتبار سے جس سطح پر جو معاشرہ ہو گا' اس کی مناسبت سے ﴿ لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ﴾ کے اصول کے پیش نظر تمام معاملات اس دائرے کے اندر اندر رہیں جو کتاب و سُنّت نے کھینچ دیا ہے۔ اور یہ معاملات باہمی مشورے سے انجام پائیں۔
نظامِ شورائیت کی کوئی معین شکل نہ دینے کی یہ حکمت سمجھ میں آتی ہے کہ اسلام کے دائمی وابدی اوامر و نواہی اور احکام ساری دنیا کے لئے' ہر دَور اور ہر زمانہ کے لئے اور ہمیشہ کے لئے ہیں' لہٰذا شوریٰ کا ایک خاص طریقہ ہر دَور' ہر سوسائٹی اور ہر تمدن کے لئے

یکساں موزوں نہیں ہو سکتا۔ البتہ شوریٰ کا جو قاعدہ آیت کے اس حصہ میں بیان کیا گیا ہے کہ ﴿ اَمۡرُهُمۡ شُوۡرٰى بَيۡنَهُمۡ ﴾ "(اہل ایمان) اپنے کام باہم مشاورت سے چلاتے ہیں" یہ قاعدہ تین باتوں کا متقاضی ہے۔ ایک یہ کہ معاملہ جن لوگوں کے اجتماعی کام سے متعلق ہو' ان سب کو مشورے میں شریک ہونا چاہئے' خواہ وہ براہ راست شریک ہوں' یا اپنے منتخب کردہ نمائندوں کے توسط سے شریک ہوں۔ دوسرے یہ کہ مشورہ آزادانہ' بے لاگ اور مخلصانہ ہونا چاہئے۔ دباؤ یا لالچ کے تحت مشورہ لینا مشورہ نہ لینے کے برابر ہے۔ تیسرے یہ کہ جو مشورہ اہل شوریٰ کے اتفاقِ رائے سے دیا جائے یا جسے ان کی اکثریت کی تائید حاصل ہو' اسے تسلیم کیا جائے اور اس کے مطابق حکومت اور اجتماعیت کے تمام معاملات چلائے جائیں۔

اب آپ غور کیجئے کہ یہ مملکت خداداد پاکستان ہم نے قائداعظم محمد علی جناح کے الفاظ میں اس لئے حاصل کی تھی کہ ہم ایک آزاد و خود مختار خطہ اس مقصد کے لئے حاصل کرنا چاہتے ہیں کہ اسلام کے جو ابدی اصول ہیں ہم اس مملکت کو ان پر عمل پیرا ہونے کے لئے ایک تجربہ گاہ بنائیں' اسے ایک نمونہ کا اسلامی معاشرہ اور نمونہ کی ایک اسلامی ریاست بنا کر پوری دنیا کے سامنے پیش کریں۔

الحمد للہ ہمارے یہاں "قراردادِ مقاصد" میں یہ بات طے ہو گئی کہ "حاکمیت مطلقہ اللہ کی ہے"۔ ہم نے پہلی بار اس اصول سے دنیا کو روشناس کرایا اور یہ بات پیش نظر رکھئے کہ تاریخ انسانی میں پہلی مرتبہ کسی آزاد و خود مختار اور ذمہ دار اسمبلی نے (وہ ہماری دستور ساز اسمبلی تھی) اس طریقہ سے ایک اجتماعی فیصلہ کا اعلان و اظہار کیا کہ ریاست میں حاکمیت مطلقہ اللہ کی ہے۔ اس کے متعلق ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ریاست کی سطح پر یہ گویا کلمۂ شہادت تھا : اَشۡهَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشۡهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوۡلُ اللّٰهِ جس کا اعلان و اظہار قراردادِ مقاصد کے ذریعے سے پوری دنیا کے سامنے ہوا۔ اور میں آج خراجِ تحسین ادا کرنا چاہتا ہوں اُس شخص یا ان اُشخاص کو جنہوں نے اس دفعہ کے الفاظ معین کئے ہیں جو ہمیشہ سے دستور پاکستان کے رہنما اصولوں میں شامل رہی ہے۔

"No legislation will be done repugnant to the Quran and the Sunnah."

"کوئی قانون سازی نہیں کی جائے گی جو قرآن اور سُنّت سے متخالف اور

متصادم ہو۔"

میں نہیں جانتا کہ ان کے پیش نظر سورۃ الحجرات کی یہ آیۂ مبارکہ تھی یا نہیں، لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس دفعہ کے الفاظ کامل ترین نمائندگی کرتے ہیں اس آیۂ مبارکہ کے الفاظ کی ﴿لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ "مت آگے بڑھو اللہ اور اس کے رسول سے۔"

اللہ تعالیٰ کا فرمان، قرآن مجید ہے۔ اگر آپ اس سے آگے نہیں بڑھتے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ اللہ سے آگے نہیں بڑھے۔ اور رسول اللہ ﷺ کی سُنّت آپؐ کے افعال و اقوال پر مشتمل ہے۔ اگر ہم اس سے آگے نہ بڑھنے کا اقرار کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے احکام کے دائرہ کے اندر رہنے کا عزم کیا ہے ـــــ میرے نزدیک یہ دفعہ اسلامی دستور کی بنیادی شرط کو بتمام و کمال اور باحسن وجوہ پورا کرتی ہے، بشرطیکہ یہ دفعہ محض رہنما اصول (Directive Principles) میں نہ ہو بلکہ نافذ العمل دفعات (Operative Clauses) میں شامل ہو۔ بدقسمتی سے ہماری کوتاہی یہ رہی ہے کہ اس کو تاحال نافذ العمل دفعہ بنانے کے بجائے صرف رہنما اصولوں میں رکھا گیا ہے۔ البتہ موجودہ دور میں وفاقی شرعی عدالت کے قیام کی صورت میں یوں سمجھئے کہ اس دفعہ پر عمل کا کسی نہ کسی درجے میں آغاز ہوا ہے[1] اور دورِ جدید میں اسلامی ریاست کے تقاضوں میں سے ایک بنیادی تقاضے کو، ناقص شکل ہی میں سہی، پورا کرنے کا کام شروع ہو گیا ہے۔ اللہ کرے کہ وہ دن جلد از جلد پاکستان پر طلوع ہو کہ اسلامی ریاست کے جو بھی تقاضے ہیں ان پر بھرپور انداز اور عزم بالجزم سے اقدامات شروع ہوں۔

اقول قولی ھذا و استغفر اللہ لی ولکم ولسائر المسلمین والمسلمات○○

---

(۱) واضح رہے کہ محترم ڈاکٹر صاحب کا یہ خطاب پاکستان ٹیلی ویژن پر ۸۲-۱۹۸۱ء کے دوران نشر ہوا تھا۔

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔